سعودی عرب امریکہ تنازع" : تیل کی عالمی جنگ "کو جنم دے سکتا ہے؟

آصف ملک

شاید یہ پہلا موقع ہے جب امریکہ نے سعودی عرب کو براہ راست سنگین نتائج کی دھمکی دی ہے، چاہے وہ سعودی صحافی جمال خوشگجی کے قتل ہو یا پھر امریکہ پر نو گیارہ کے حملے، امریکہ نے ناپسندیدگی کا اظہار تو کیا مگر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ امریکہ نے کہا ہو کہ اس فیصلے ریاض کو نتائج بھگتنا ہوں گے۔ اس سارے معاملے کا آغاز گزشتہ ماہ اس وقت ہوا جب امریکہ کی طرف سے سعودی عرب کو قائل کرنے کی کوشش کی گئی کہ وہ اور دیگر اوپیک پلس ممالک تیل کی پیداوار میں اضافہ کرے مگر ایسا کچھ نہیں ہوا بلکہ ریاض اور دیگر ممالک نے تیل کی پیدوار میں بیس لاکھ بیرل کی کمی کر دی جو عالمی سپلائی کا تقریبا بیس فیصد بنتا ہے۔ سعودی عرب کا ماننا ہے کہ یہ فیصلہ "مکمل طور پر اقتصادی حوالے" سے کیا گیا ہے لیکن امریکی سلامتی کونسل کے ترجمان جان کربی کا ماننا ہے کہ یہ فیصلہ امریکہ میں ہونے والے وسط مدتی الیکشن کے بعد اوپیک کے اگلے اجلاس تک انتظار کیا جا سکتا تھا۔ کیا یہ اتنا سیدھا سادہ معاملہ ہے یا پھر اس کی بہت سے جہتیں ہیں، آیئے دیکھتے ہیں یہ معاملہ کتنا گھمبیر ہے اور اس کے خطے پر کتنے گہرے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں مگر اس سے قبل یہ دیکھتے ہیں کہ سعودی عرب اور امریکہ کے تعلقات کی نوعیت کیا ہے۔

9/11 سے قبل سعودی امریکہ تعلقات پر تفصیلی نظر

اگر امریکہ سعودی عرب کے تعلقات پر نظر دوڑائی جائے تو دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے دس سال بعد اور دوسری جنگ عظیم سے چھ سال قبل انیس سو تنتیس میں اس وقت شروع ہوتے ہیں جب سعودی عرب کی طرف سے ایک امریکی کمپنی سٹینڈرڈ آئل کو مشرقی صوبے میں تیل کی تلاش کا ٹھیکہ دیاجاتاہے یہی ٹھیکہ آگے چل کر آرامکو (اریبیئن امریکن آئل کمپنی) کی تشکیل کے لئے اہم سنگ میل ثابت ہوتا ہے۔ کمپنی سعودی عرب کو پچاس ہزار پاونڈ قرض دینے کے ساتھ ساتھ لائلٹی، کرایہ اور دیگر مد میں رقم ادا کرتی ہے جس کے بعد وہ سفر شروع ہوتا ہے جس میں آگے چل کر امریکہ سعودی عرب سے ایک ایسا معاہدہ کرتا ہے جس میں یہ طے پاتا ہے کہ امریکہ سعودی فورسز کی نہ صرف تربیت کرے گا بلکہ سعودی عرب کے دفاع کے لئے بھی ہر وہ اقدام اٹھائے گا جس کی ضرورت پڑے۔ انیس سو اکیاون میں انیس سو ساٹھ کے دوران تعلقات میں اتار چڑھاو رہتا ہے اور بلاآخر اسی سال بغداد میں سعودی عرب، ایران، عراق، اور وینزویلا کے ساتھ مل کر "اوپیک" کو تشکیل دیتا ہے جس میں آگے چل کر قطر، انڈونیشیا، لیبیا، متحدہ عرب امارات، الجیریا اور نائیجیریا بھی اس اتحاد میں شامل ہو جاتے ہیں جس میں یہ طے پاتا ہے کہ پیٹرولیم مصنوعات کی سپلائی اور قیمتوں کا تعین کیسے ہو گا۔ معاہدے کے تین سال بعد، مصر اور سعودی عرب کے درمیان یمن میں سول وار کے نتیجے میں کشیدگی بڑھتی ہے اور مصر سعودی علاقوں پر بمباری کرتا ہے جس کے بعد امریکہ سعودی عرب کا دفاع کرنے کے لئے جنگی جہازوں کے ایک سکارڈن بھیج کرنے کا اعلان بھی کرتا ہے۔ آرامکو کی تشکیل اور بعد میں شاہ سعود کو ہٹائے جانے سے شاہ فیصل کا اپنے ہی بھتیجے کے ہاتھوں قتل تک سعودی عرب تیزی سے ترقی کرتا ہے اور ایک اندازے کے مطابق، اسی کی دہائی تک سعودی عرب کی تیل سے سالانہ آمدن ایک سو سولہ ارب ڈالر تک پہنچ جاتی ہے جسے پیٹروڈالر کا نام دیا جاتا ہے اور یوں سعودی عرب اپنے قیام کے تقریبا پچاس سال بعد پانچ سالہ ڈویلپمنٹ پلان کا اجرا کرتا ہے۔ یہاں یہ اہم ترین نقطہ ہے سعودی عرب میں تیل کی تلاش سے ترقی کے اس تمام سفر میں امریکہ ہر طرح سے سعودی عرب کی مکمل حمایت کرنے کے ساتھ ساتھ مدد بھی کرتا ہے۔ اس تمام عرصے میں سعودی عرب کو کسی قسم کے بیرونی چیلنج کا سامنا نہیں کرنا پڑتا مگر پھر انیس سو اناسی میں شاہ ایران رضا شاہ پہلوی کی بادشاہت کے خاتمے اور اس کے بعد ہونے والے متعدد واقعات، جن میں سویت یونین کی جانب سے افغانستان پر حملے کے نتیجے میں امریکہ اور سعودی عرب ایک بار پھر قریب آ جاتے ہیں، اربوں ڈالر کے دفاعی معاہدوں کے ساتھ ساتھ سعودی عرب ہر جگہ امریکہ کے نہ صرف مفادات کی حفاظت کرتا ہے بلکہ ہر قسم کی مدد بھی دیتا ہے ایک اندازے کے مطابق، سعودی مملکت کے قیام سے یعنی گزشتہ ستر سالوں میں امریکہ سعودی عرب کو تقریبا نوے ارب ڈالر کے ہتھیار بیچ چکا ہے جس سے تقریبا پانچ لاکھ افراد کے روزگار کے مواقع ملے جبکہ دو ہزار سترہ میں امریکی صدر

ڈونلڈ ٹرمپ کے دورہ سعودی عرب کے دوران ساڑھے تین سو ارب ڈالر کے دفاعی معاہدے طے پائے یہاں یہ بھی بتانا اہم ہے کہ سعودی عرب امریکی اسلحے کا سب سے بڑا خریدار بھی ہے۔ سویت یونین کے افغانستان پر حملے کے بعد سعودی عرب افغان اور دیگر ملکوں سے آئے جنگجوؤں کو مدد بھی کرتا رہا اور پاکستان اور دیگر خطے کے ممالک کو یہ باور کروانے میں بھی کامیاب ہو گیا کہ امریکہ ہی سویت جارحیت سے خطے کے ممالک کو بچا سکتا ہے۔ آسی اور نوے کی دہائی کے دوران، سعودی عرب کو عالمی تیل پیداوار میں کمی کے نتیجے میں معاشی بحران کا سامنا تو کرنا پڑا مگر ایران عراق جنگ، عراق کی جانب سے کویت پر حملے اور امریکہ عراق جنگ نے خطے مین ایک بار پھر سعودی عرب کی اہمیت پیدا کر دی۔ ایران عراق جنگ کے دوران، سعودی عرب نے ایران کے مقابلے میں عراق کا ساتھ دینے کے ساتھ ساتھ ایران سے اپنے سفارتی تعلقات بھی منقطع کر لیئے اور اس فیصلے کی وجہ صدیوں سے چلا آنے والی عرب فارس دشمنی کو قرار دیا جاتا جو اب تک جاری ہے اور یہی وجہ تھی صدام حسین کو سعودی حمایت کے ساتھ ساتھ امریکہ کی طرف سے اربوں ڈالر کی کریڈٹ لائنز کے علاوہ دفاعی امداد بھی دی گئی جبکہ اس دور میں سی آئی اے اور عراقی انٹیلی جنس کے درمیان معلومات کا تبادلہ بھی عام روٹین تھا۔ یہ تعلق اس وقت تک قائم رہا جب تک صدام حسین نے کویت پر حملہ نہیں کیا، صدام حسین کے اقدام کو سعودی عرب نے اپنے لئے خطرہ محسوس کیا اور سعودی عرب کی طرف سے امریکہ کو کہا گیا وہ صدام حسین کی فورسز کو حملہ کرنے سے روکے جس کے بعد امریکہ نے تقریبا چھ لاکھ فوجی بھیجے جنھوں نے سعودی عرب کا دفاع کیا عرف عام میں اسے آپریشن ڈیزرٹ سٹرام کہا جاتا ہے۔ امریکی فورسز کے سعودی سرزمین پر موجودگی اور سیکورٹی کے نام پر نقل و حمل کے بعد برسراقتدار سعودی خاندان اور وہابی مکتب فکر کے اہم علما کرام کے درمیان اختلافات شروع ہو گئے اور سو سے زائد علما کرام نے ایک خط جسے Memorandum of Advice بھی جاری کیا جس میں حکومت پر براہ راست تنقید کرتے ہوئے کہا گیا کہ امریکی فوجی کرپشن کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں میں بھی ملوث ہیں انہیں ملک بدر کیا جائے مگر اس وقت کے بادشاہ شاہ فہد نے نہ صرف اس مطالبے کو مسترد کر دیا بلکہ Supreme Authority of Senior Scholars کے سات ممبر کو محض اس وجہ سے برطرف کر دیا کیونکہ انہوں نے اس Memorandum سے لاتعلقی اختیار کرنے سے انکار کیا تھا۔ یہاں یہ اہم ہے کہ سعودی شاہی خاندان کے اقتدار کو دوام دینے اور مضبوط کرنے میں وہابی علما کرام کا اہم کردار رہا ہے مگر یہاں بھی سعودی عرب نے بطور ریاست امریکہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا اور آگے چل کر ہونے والے احتجاج کے بعد بڑے پیمانے پر علما کرام کو گرفتار بھی کیا۔ یہ وہ وقت تھا جب سعودی عرب میں وہابی اور دیگر شدت پسند گروہوں نے امریکی سیکورٹی فورسز پر حملے شروع کیئے اور پہلی بار اسامہ بن لادن کا نام بھی آیا جو کہ سعودی عرب میں امریکی فوجیوں کی موجودگی کے نا صرف ناقد تھے بلکہ براہ راست سعودی شاہ پر تنقید بھی

کرتے رہے۔انیس سوچورانوے سے انیس سے چھیانوے کے دوران امریکی فوجیوں اور سعودی عمارات پر کم از کم تین بڑے حملے کیئے گئے لیکن اسی دوران افغانستان پر طالبان کی حکومت قائم ہو گئی اور اُسامہ بن لادن سمیت تمام بڑے جنگجو قائدین اپنے ہمدروں کے ساتھ کابل رہائش پزیر ہو گئے جس کے بعد سعودی عرب نے طالبان حکومت کو تسلیم کر لیا اور شاید اس کی وجہ طالبان کی جانب سے سعودی عرب کو یہ باور کروانا تھا کہ اب سعودی سرزمین پر کسی قسم کی دہشت گردی یا تخریب کاری میں کوئی بھی سویت یونین جہاد کے دوران حصہ لینے والا جنگجو شامل نہیں ہو گا۔ یہ بھی اہم ہے کہ کابل پر طالبان کے قبضے کے بعد سعودی عرب کے ساتھ ساتھ پاکستان اور متحدہ عرب امارات نے بھی طالبان حکومت کو تسلیم کیا۔

پوسٹ 9/11 تعلقات اور پہلا تنازع

ایران عراق جنگ، کویت پر صدام حسین کی فوج کشی اور امریکہ کی طرف سے سعودی عرب کے دفاع کے بعد گیارہ ستمبر دو ہزار ایک کو امریکہ پر ہونے والے مختلف دہشت گرد حملے وہ پہلا موقع تھا جب امریکہ نے سعودی عرب سے ان خدمات کا خراج مانگا جو تقریبا ستر سالوں کے دوران کی گئیں۔ سعودی عرب ان حملوں کو نہ صرف "افسوس ناک اور غیر انسانی" قرار دیتا ہے بلکہ طالبان حکومت سے تعلقات توڑنے کا اعلان بھی کر دیتا ہے جس پر امریکہ سعودی عرب کے "دہشتگردی کے خلاف جنگ" کی حمایت پر نا صرف تعریف کرتا ہے بلکہ اسے شکریہ بھی ادا کرتا ہے مگر پھر جب یہ خبریں آتی ہیں کہ ستمبر گیارہ کو کیئے جانے والے حملوں میں شامل انیس افراد میں سے پندرہ افراد کا تعلق سعودی عرب سے ہوتا ہے تو یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ سعودی حکومت امریکہ کے ساتھ دہشت گردوں کی حوالے سے معلومات شیئر نہیں کر رہی لیکن امریکہ کی جانب یہاں ایک بار پھر سعودی عرب پر دباو ڈالنے کے بجائے سعودی عرب پر زیادہ دباو ڈالا جاتا ہے تو ہو سکتا ہے سعودی عرب افغانستان میں قائم طالبان کے ٹھکانوں پر بمباری کے لئے بیسز دینے سے انکار کر دے۔ گزشتہ اکیس سالوں کے دوران، امریکی حکومت پر عوام کی جانب سے یہ دباو بھی رہا کہ تمام دستاویزات کو ڈی کلاسیفائی کیا جائے اور بتایا جائے کہ سعودی عرب اس حملے میں کس حد تک ملوث تھا یا یہ بتایا جائے کہ سعودی ریاست کے خلاف کاروائی کی جائے۔ یہی وجہ تھی کہ نو گیارہ حملوں کے دو سال بعد امریکہ نے اپنی تمام فورسز سعودی عرب سے واپس بلوالیں۔ یہ وہ وقت تھا جب سعودی پالیسی میکرز نے شاید پہلی بار ملکی دفاع کے لئے امریکہ کی مدد لینے کے بجائے ملکی دفاع مضبوط کرنے کا فیصلہ کیا جس کے بعد دو ہزار تین سے دو ہزار دس کے دوران، دونوں ممالک کے درمیان تعلقات واجبی سے رہے کیونکہ پاکستان کو امریکہ کی

جانب سے Non-NATO Allies میں شامل کر لیا اور سعودی عرب کا کردار تقریبا ختم ہو گیا لیکن پھر دو ہزار دس میں سعودی ولی عہد شہزادہ سلطان بن عبدالعزیز السعود نے امریکہ کے ساتھ ساٹھ ارب ڈالر کا دفاعی معاہدہ کر لے امریکی تاریخ کی سب سے بڑی ڈیل کی جس کا مقصد عراق کے ساتھ ساتھ ایران کو کاونٹر کرنا بھی تھا۔اس تمام کے باوجود حالات ساز گار نہیں تو بد ترین بھی نہیں رہے مگر پھر ترکیہ میں صحافی جمال خوشگجی کے قتل کے بعد عالمی دنیا سے سعودی عرب پر ایسا دباو آیا جس کی کسی کو امید نہیں تھی مگر یہاں بھی امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ سمیت اعلی عہدے داروں نے سعودی عرب کا ساتھ دیا اور اس کی وجہ دو ہزار سترہ میں ایک سو دس ارب ڈالر کا دفاعی معاہدہ قرار دیا جاتا ہے جسے اگلے دس سالوں میں سارھے تین سو ارب ڈالر تک پہنچانا مقصود تھا۔ یہاں یہ بھی اہم ہے کہ دو ہزار پندرہ سولہ میں جس وقت سعودی فورسز کی جانب سے جس وقت دنیا بھر سے تنقید ہو رہی تھی کہ بمباری کے نتیجے میں بچے اور خواتین بھی نشانہ بن رہے تھے اس وقت بھی امریکہ نے سعودی عرب پر دباو نہیں ڈالا بلکہ امریکی صحافی گلین گرین واڈ کے مطابق، امریکہ اور برطانیہ نے یمن میں ہونے والی قتل و غارت میں برابر کے شریک رہے۔

امریکہ سعودی عرب حالیہ تنازع کیوں پیدا ہوا

اگر سعودی عرب امریکہ کے درمیان تعلقات کی خرابی کو جانچنے کی کوشش کی جائے تو پتا چلتا ہے کہ حالیہ تنازع کے تانے بانے دو ہزار تیرہ میں اس وقت سامنے آتے ہیں جب سعودی شہزادے عبدالولید بن طلال نے سعودی حکومت کو اس خطرے سے آگاہ کیا کہ امریکی شیل گیس کی پروڈکشن مستقبل میں سلطنت کے لئے مسئلہ پیدا ہو سکتی ہے کیونکہ جیسے جیسے پروڈکشن بڑھے گی ویسے ویسے امریکہ کا عرب دنیا پر انحصار کم ہوتا جائے گا۔ سعودی شہزادے کی جانب سے مئی دو ہزار تیرہ میں لکھے گئے اس خط کے چھ ماہ بعد سعودی انٹیلی جنس چیف شہزادہ بندر بن سلطان کی طرف سے بھی بادشاہ کو مشورہ دیا گیا کہ امریکہ کی ایران سے بڑھتی قربتیں اور شام میں جاری خانہ جنگی پر امریکی موقف سلطنت کے مفاد میں نہیں، وہ وقت آگیا ہے کہ سعودی عرب کو دوسروں پر اپنا انحصار کم کرنا ہو گا۔ دونوں اہم سعودی شہزادوں کی تشویش کے باوجود سعودی عرب کی طرف سے ایسا کوئی اقدام نہیں لیا گیا جس سے یہ بات ثابت ہو کہ سعودی عرب بطور ریاست امریکہ کے حوالے سے خدشات رکھتا ہے یا پھر دونوں کے درمیان کوئی آئل پروڈکشن کے حوالے سے کشیدگی پیدا ہو رہی ہے حتیٰ کہ شاہ عبداللہ کی وفات پر امریکہ کی طرف سے تعزیت کے ساتھ ساتھ یمن میں سعودی عرب کی فوجی کاروائیوں میں مدد کرتے ہوئے "جوائنٹ پلاننگ سیل" بھی تشکیل دے دیا جس کا مقصد یمن میں سعودی فورسز کی مدد کرنا تھا۔ یہاں یہ نقطہ ذہن

میں رکھنا ضروری ہے کہ یمن کے معاملے کو لے کر سعودی عرب اور امریکہ کے درمیان ماضی میں کافی کشیدگی دیکھنے کو ملی تھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ یہ وہی وقت تھا جب سعودی عرب کی جانب سے پاکستان پر دباو اس حد تک تھا کہ اس وقت کے وزیراعظم میاں نواز شریف کو قومی اسمبلی کا سیشن بلا کر فوجیں یمن نہ بھیجنے کا اعلان کروانا پڑا، سفارتی ذرائع یہ بھی دعوی کرتے ہیں کہ نواز شریف سے سعودی عرب کی ناراضی کی شروعات اسی وقت ہوئی۔ یمن جنگ میں سعودی عرب کی مکمل حمایت کے باوجود حالات اس وقت کشیدہ ہوئے جب امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی مدت صدارت کے خاتمے کے بعد صدر جو بائیڈن نے امریکی صدر کا حلف لیا کیونکہ جو بائیڈن ماضی میں سعودی عرب کی پالیسز پر تنقید کرتے آئے ہیں تو اسی وقت یہ خدشہ ظاہر کیا جارہا تھا کہ امریکہ کی سعودی عرب کے حوالے سے پالیسی میں ایک واضع شفٹ دیکھا جائے گا اور پھر ایسا ہی ہوا۔ یمن معاملے پر سعودی حکومت پر جو بائیڈن کی تنقید بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی مگر صدر کا حلف لینے کے محض ایک ماہ بعد صدر بائیڈن نے کہا کہ "یمن جنگ کا خاتمہ ضروری ہے "اس بیان کو سعودی عرب کے حوالے سے امریکی خارجہ پالیسی میں واضع تبدیلی کے طور پر دیکھا گیا، اسی تقریر میں انہوں نے روسی صدر پیوٹن کے حوالے سے بھی بیان دیا جسے ہم آگے چل کر زیر بحث لائیں گے مگر صدر بائیڈن اسی وقت واضع ہو گئی تھی کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور پھر صدر جو بائیڈن نے یمن جنگ سے لا تعلقی کے آٹھ ماہ بعد پہلی بار اوپیک پلس پر زور دیا کہ آئل پروڈکشن میں اضافہ کیا جائے کیونکہ کورونا کے بعد مارکیٹ میں تیل کی ڈیمانڈ اور سپلائی میں فرق ہے جس سے عالمی مارکیٹ میں تیل کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں، اسی طرح مختلف امریکی عہدے داروں نے بھی سعودی عرب سے مختلف اوقات میں یہی ڈیمانڈ کی کہ تیل کی سپلائی کو بڑھایا جائے حتی کہ وائٹ ہاوس کی جانب سے چار نومبر کو یہاں تک کہہ دیا گیا کہ "اوپیک پلس عالمی معاشی ریکوری میں رکاوٹ بن رہا اور امریکہ وہ تمام اقدامات لے گا جس سے عالمی منڈی میں تیل کی قیمتیں کم ہوں مگر امریکہ کی طرف سے کی جانے والی درخواستوں اور خدشات کو مسترد کر دیا۔ روس کی جانب سے یوکرین پر حملے کے فوری بعد جس وقت امریکہ کی جانب سے روسی تیل اور دیگر مصنوعات پر پابندیاں عائد کیں اور وقت بھی سعودی عرب اور دیگر اوپیک ممالک پر یہ دباوڈالا گیا کہ تیل کی سپلائی کو یقینی بنایا جائے مگر ایسا نہیں کیا گیا جس کے نتیجے میں ایک وقت ایسا بھی آیا جب عالمی منڈی میں تیل کی فی بیرل قیمت ایک سو بائیس ڈالر تک پہنچ گئیں۔ یہاں یہ سمجھنا لازمی ہے کہ اوپیک پلس کیا ہے اور یہ کیسے عالمی تیل کی سپلائی پر اثرانداز ہوتا ہے۔

اوپیک پلس کیا ہے، پاکستان اور دنیا کی معیشتوں پر اثرات کیا ہوں گے؟

اوپیک پلس چاہتا ہے کہ تیل کی عالمی قیمتیں بڑھیں مگر امریکہ کی یہ منشا ہے کہ قیمتیں کم ہوں کیونکہ تیل کی زیادہ قیمت کا نقصان امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پندرہ اکتوبر دو ہزار بائیس کو اوپیک پلس کی طرف سے تیل کی سپلائی میں دو ملین بیرل کی کٹوتی کی گئی تو امریکہ کی طرف سے نہ صرف تنقید کی گئی بلکہ دھمکیاں بھی دی گئیں، صدر بائیڈن نے کہا کہ "اس فیصلے کے سنجیدہ نتائج ہوں گے، جبکہ سینیٹ کی خارجہ کمیٹی کے سربراہ نے اس بات پر زور دیا کہ "سعودی عرب کو اسلحے کی فروخت پر پابندی عائد کر دینے چاہیے" جبکہ وائٹ ہاوس اس موقف یہ تھا کہ "اوپیک پلس کی طرف سے تیل کی سپلائی میں کٹوتی کا سیدھا سیدھا مطلب یہ ہے کہ گروپ روس کے ساتھ کھڑا ہے"، اس فیصلے کے دور رس اثرات تھے اور جس وقت اوپیک پلس کی جانب سے یہ اعلان سامنے آیا اس وقت روس اور یوکرین جنگ کے نتیجے میں یورپ سمیت پوری دنیا میں معاشی بحران جنم لے رہا تھا کیونکہ تیل کی قیمتوں میں اضافہ ہوا اور اس نے دنیا بھر کی معیشتوں پر گہرے نقوش چھوڑے۔ جیسے ہی فیصلہ آیا تو امریکہ نے "نوپیک" بل کی منظوری دے دی اور برطانیہ نے "پرائس کیپ بل" منظور کر لیا۔ اوپیک پلس کے ایک فیصلے کے نتیجے میں یورپ، امریکہ اور عرب دنیا کے درمیان "تیل کی جنگ" شروع ہو گئی، اب سوال یہ ہے کہ اوپیک پلس نے کیسے اس بحران کو جنم دیا ہے جس سے تیل کی جنگ شروع ہونے کا خدشہ ہے۔ اوپیک پلس ممالک کے تیل ذخائر کا کل حجم نوے فیصد ہے جبکہ عالمی سپلائی کا پچاس فیصد حصہ انہیں ممالک کی جانب سے منڈی میں مہیا کیا جاتا ہے یعنی اگر ان کی جانب سے فیصلہ ہوتا ہے تو وہ براہ راست معیشتوں پر اثر کرے گا۔ ہم ایک مثال لیتے ہیں اگر عالمی منڈی میں دو سو بیرل کی ڈیمانڈ ہے، اور چار ممالک تیس ڈالر فی بیرل پر تیل فروخت کر رہے ہیں مگر ایک ملک پیل سپلائی کرنے سے انکار کر دیتا ہے تو یہ صرف سپلائی کا گیپ پیدا ہو گا بلکہ منڈی میں ڈیمانڈ سپلائی میں فرق کی وجہ سے قیمتیں بھی بڑھ جائیں گی کیونکہ دیگر تین ممالک زیادہ تیل مہیا کرنے کے بجائے قیمت میں اضافہ کر دیں گے۔ عرب ممالک کی جانب سے پہلے جس وقت روس پر اقتصادی پابندیاں عائد کی گئیں تو یورپ میں کرائسس آگیا جسے پورا کرنے کے لئے امریکہ نے اپنے ایمرجنسی ذخائر میں سے تیل کی فراہمی یقینی بنائی تاکہ تیل کی عالمی قیمتوں میں اضافہ نہ ہو مگر جیسے جیسے پابندیاں اور روسی تیل کی فراہمی میں تعطل آیا ویسے ویسے عالمی دنیا میں مہنگائی میں یک دم اضافہ دیکھا گیا، کیونکہ فیکٹریوں میں مال مہنگا ہو گیا، کھانے پینے کی اشیا مہنگی ہو گئیں اور یوں پوری دنیا میں بے چینی پھیل گئی۔ اگر پاکستان کی مثال دیکھیں تو جیسے جیسے تیل کی قیمت بڑھے گی پاکستان کے انرجی بل میں اضافہ ہو گا، جسے پورا کرنے کے لئے قرض کی غرض سے بانڈ جاری کرنے پڑیں گے، جس کی وجہ سے بانڈز کی ڈیمانڈ میں کمی آئے گی، اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے شرح سود میں اضافہ کرنا پڑے گا جس کی وجہ سے روپے کی قدر میں مزید کمی ہو گی اور یہ کمی انرجی بل میں اضافہ کر دے

گی اور وہ ایک ایسے vicious cycle کو جنم دے گا جس سے اس وقت ہماری معشیت پھنسی ہوئی ہے اور دیگر ممالک کی معیشتیں پھنس جائیں گی۔ برطانیہ میں اس وقت مہنگائی بڑھ رہی ہے، یورپ مہنگی ترین ایل این جی خرید رہا ہے، تیسری دنیا کے ممالک کے پیسے توانائی ضروریات کو پورا کرنے کے پیسے نہیں اور امریکہ میں مہنگائی چالیس سال کی بلند ترین سطح آٹھ اعشاریہ تین فیصد تک پہنچ گئی ہے۔ یہاں امریکہ کو یہ خدشہ بھی ہے کہ عالمی منڈی میں تیل کی قیمتوں کا فائدہ عرب دنیا کے ساتھ ساتھ روس کو ہو رہا ہے اور روس نے یوکرین جنگ کے نتیجے میں لگائی گئی پابندیوں میں جنگ سے قبل حاصل ہونے والے منافع کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ یہی وہ وجہ ہے جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ انیس سو تین میں شروع ہونے والی دوستی میں دھمکیوں کی آمیزش آگئی ہے اور اب امریکہ کھلے بندوں سعودی عرب کو سنگین نتائج کی دھمکیاں دے رہا ہے۔

کیاامریکہ سعودی عرب کو سزادے سکتا ہے؟

پانچ ہزار امریکی فوجی کی سعودی عرب میں موجودگی اور اہم سعودی تنصیبات ساتھ ساتھ سعودی شاہی خاندان کے تحفظ کی گارنٹی لیئے ہوئے امریکہ اور سعودی عرب کیا کشیدگی کو آگے بڑھائیں گے تو اس کا جواب سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ امریکہ سعودی عرب کے ہاتھوں کیوں اور کیسے مجبور ہوگا۔ سعودی عرب، امریکی اسلحے کا سب سے بڑا خریدا ہے، اگر امریکہ سعودی عرب سے ناراض ہوتا ہے تو اس کا نقصان سعودی عرب سے زیادہ امریکہ کو ہوگا کیونکہ سعودی عرب امریکہ کے بجائے روس اور چین سے اسلحہ خریدے گا جس کا نقصان براہ راست امریکہ کو ہوگا۔ یہاں یہ بھی اہم ہے کہ امریکی سیاست میں "ملٹری کمپلکس" سیاسی جماعتوں کو فنڈنگ مہیا کرتی ہیں اور اگر ان کا اسلحہ نہیں بکے گا تو وہ سیاسی جماعتوں کو اپنی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیں گی جس سے وہ پارٹی اقتدار سے باآسانی باہر ہو جائے گی تو صدر بائیڈن اس معاملے کو اس حد تک نہیں لے جائیں گے جہاں سے واپسی کا کوئی رستہ نہ ہو۔ یہاں یہ اہم ہے کہ امریکہ سعودی عرب کے درمیان تیل خریداری کا معاہدہ ڈالر میں ہے، یعنی سعودی عرب تیل ڈالرز میں بیچے گا اور اس کے جواب میں امریکہ سعودی عرب کی حفاظت کرے گا، اور یہی وجہ ہے کہ تیل کا کاروبار ڈالرز میں ہوتا ہے اور دنیا بھر کے ممالک ڈالر میں زرمبادلہ ذخائر رکھتے ہیں اور اگر اوپیک پلس ممالک ڈالر کے بجائے تیل کسی اور کرنسی میں فروخت کرنے لگ جاتے ہیں تو پھر اس کا فائدہ اس ملک کو ہوگا جس کی کرنسی میں تیل کی فروخت ہوگی اور اس کیس میں روس کو فائدہ ہوگا کیونکہ روس ہی وہ ملک ہے جو یورپ کی توانائی ضروریات کو پورا کرتا اور یہ اس وقت اوپیک پلس کا حصہ ہے۔ دیکھتے ہیں کہ امریکہ اور یورپ ایسا کیا کر سکتا ہے کہ جس کے

نتیجے میں اوپیک پلس ممالک کو مشکلات میں پھنس سکتے ہیں، اگر اوپیک ممالک سپلائی اور ڈیمانڈ میں فرق برقرار رکھتے ہیں تو برطانیہ کے پاس ایک ایسا پتہ ہے اگر اسے کھیلا گیا تو اوپیک پلس کی سٹریٹیجی بیک فائر کر جائے گی، کیونکہ دنیا میں تیل سمندر میں چلنے والے "تیل بردار ٹینکرز" کے ذریعے ایک ملک سے دوسرے ملک تک پہنچایا جاتا ہے اور یہ بحری جہاز "انشورڈ" ہوتے ہیں، یہاں ایک کیچ ہے، وہ یہ ہے کہ ان جہازوں کی انشورنس کمپنیاں برطانیہ میں رجسٹرڈ ہیں، دنیا بھر میں نوے فیصد کمپنیوں کو انشورنس مہیا کرنے والے ادارے کا نام International group of protection and indemnity club ہے اور تیرہ گروپس اس کا حصہ ہیں۔ کیونکہ یہ برطانیہ میں رجسٹرڈ ہے تو امریکہ برطانیہ کے ذریعے دباؤ ڈال رہا ہے کہ تیل بردار بحری جہازوں کو انشورنس نہ دے جائے جو روسی تیل خرید کر پوری دنیا میں مختلف ممالک کو مہیا کر رہا ہے اور شاید پندرہ اکتوبر کو لکھے گئے خط کا مقصد بھی یہی تھا۔ یہاں سے وہ "تیل کی جنگ" شروع ہو جائے گی جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

امریکہ اور سعودی عرب لفظی جنگ کا نتیجہ کیا نکلے گا؟

وال سٹریٹ جرنل میں چھپنے والے حالیہ کالم میں یہ دعوی کیا گیا ہے کہ سعودی ولی عہد محمد بن سلمان، اپنی نجی محفلوں میں اس بات کا اظہار کر چکے ہیں کہ امریکی صدر جو بائیڈن سے مرعوب نہ ہونے کی وجہ، ان کی بڑھتی عمر اور ان کی بصیرت ہے بلکہ وہ صدر ٹرمپ کو زیادہ بہتر صدر سمجھتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ دونوں کے درمیان تعلقات میں شروع دن سے تناو دیکھا گیا ہے اور اس میں کمی کے جلد کوئی چانسز نہیں ہیں۔ ولی عہد محمد بن سلمان شروع دن سے سمجھتے ہیں کہ سعودی عرب کو تیل پر اپنا انحصار ختم کرتے ہوئے معیشت کے حوالے سے ایسے فیصلے لینے چاہیے جن سے نہ صرف صنعتی ترقی ہو بلکہ سعودی نوجوانوں کے لئے مواقع بڑھیں۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب نے حالیہ کچھ سالوں میں چین، بھارت، روس اور دیگر ممالک سے معاہدے بھی کیئے اور ایران سے بھی اپنے تعلقات بہتر کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ امریکی انتظامیہ کی طرف سے دھمکیوں کا اثر زیادہ نہیں ہو گا کیونکہ محض پانچ ہزار فوجیوں کے بل بوطے پر امریکہ زیادہ وقت سعودی عرب پر اپنا دباو برقرار نہیں رکھ پائے گا، ساتھ ہی یہاں یہ بھی اہم ہے کہ اس وقت خطے میں ایران کے علاوہ سعودی عرب کو کسی ملک سے کوئی خطرہ نہیں، صدام حسین کا خاتمہ ہو چکا ہے اور ایران کبھی بھی امریکی خواہشات کو پورا کرنے میں مددگار ثابت نہیں ہو گا کیونکہ دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات ابھی تک خراب ہیں۔ اگر امریکہ زیادہ دباوڈالتا ہے تو سعودی عرب امریکی بانڈز کو نہ صرف فروخت کر دے گا بلکہ ہو سکتا ہے کہ آنے والے وقت میں اگر اوپیک پلس کے حوالے سے

امریکہ میں قانون سازی پاس کروالی جاتی ہے تو روسی کرنسی میں تیل کی فروخت کا معاہدہ بھی کرلے۔ سعودی عرب کا ماننا ہے کہ سعودی عرب روس کے مفادات کا نہیں کررہا بلکہ تیل کی سپلائی میں کمی کے نتیجے میں تیل کی عالمی منڈی میں قیمتیں کم ہوئی ہیں۔ پندرہ امریکی صدور اور سات سعودی فرمارواوں کے درمیان برقرار رہنے والا غیر تحریری معاہدہ بلاآخر اپنے انجام کی جانب گامزن ہے مگر امریکہ اور سعودی عرب کے درمیان تعلقات جتنے مرضی خراب کیوں نہ ہو جائیں، اگر ماضی کو سامنے رکھا جائے تو دونوں ممالک بلاآخر کسی ایک نقطے پر اکھٹے ہو جائیں گے اور وہ نقطہ ایران اور امریکہ کے درمیان ہونے والے جوہری معاہدے سے پیچھے ہٹنا ہو سکتا ہے۔ جلد یا بدیر سعودی عرب تیل کی سپلائی کو نہ صرف بحال کرے گا بلکہ ایک ایسا میکانزم بنانے کی کوشش کرے گا جس سے روس سے تعلقات آگے بڑھیں مگر امریکہ سے قائم پارٹنرشپ بھی خراب نہ ہو۔

لکھاری ہم نیوز کے ساتھ منسلک ہیں اور کرنٹ افیئرز پروگرام" ہم مہر بخاری)(کے ساتھ "میں بطور پروڈیوسر اور ریسرچ خدمات سرانجام دے رہے ہیں